تعریف

مباح یا غیر ممنوع وہ ہے جس کے کرنے کی شارع نے اجازت دی ہو۔

وہ جس کی شارع نے قطعی طور پر ممانعت کی ہو اور جس کی خلاف ورزی کرنے والا آخرت میں سزا کا مستحق ہو اور بعض صورتوں میں دنیا میں بھی اس کے لیے سزا مقرر ہو۔

وہ جس سے شارع نے روکا ہو لیکن سختی کے ساتھ اس کی ممانعت نہ کی ہو' یہ درجہ میں حرام سے کم تر ہے۔ اور اس کا ارتکاب کرنے والا اس سزا کا مستحق نہیں ہوتا جس سزا کا مستحق حرام کا ارتکاب کرنے والا ہوتا ہے' البتہ اس کی مسلسل خلاف ورزی اور بے وقعتی کرنے والا، حرام کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اہل جاہلیت، جن بہت سی باتوں میں گمراہی کا شکار ہوگئے تھے، ان میں سے ایک حلال وحرام کا معاملہ بھی تھا، جس میں وہ اس طرح الجھ گئے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر بیٹھے۔ اور اس مسئلے میں مشرکین اور اہل کتاب دونوں کا طرزِ عمل یکساں تھا، مگر مختلف مذاہب کی گمراہی دو انتہاؤں پر تھی۔ ایک انتہاء وہ جس پر ہندوستانی برہمنیت، مسیحی رہبانیت اور وہ مذہبیت تھی جس کے نزدیک جسم کو اذیت دینا روا (درست و جائز) تھا اور جس نے اچھے رزق اور زینت کی چیزوں کو حرام کر دیا تھا اور بعض راہبوں کے نزدیک تو پاؤں دھونا اور حمام میں داخل ہونا بھی باعثِ گناہ تھا۔

دوسری انتہاء پر فارس کا مزدک مذہب تھا، جس نے مکمل اباحیت کا نعرہ بلند کیا۔ اس مذہب میں ہر چیز جائز تھی، یہاں تک کہ عزت و حُرمت بھی جس کو انسان فطرۃً مقدس مانتا ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عربوں نے حلت و حرمت کا بالکل غلط معیار قائم کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان کے نزدیک شراب نوشی، سود خواری، عورتوں سے بدسلوکی اور قتلِ اولاد جیسی غلط کاریاں کرنا بالکل جائز تھیں۔ انہوں نے قتل اولاد جیسے شنیع فعل کو خوشنما بنانے کے لیے کچھ باتیں اپنے پاس سے گھڑ لی تھیں، جن کو وجہِ جواز بنا کر پیش کرتے تھے۔ مثلاً: فقر و فاقہ کا اندیشہ، لڑکی کی پیدائش کا باعثِ عار ہونا اور اپنے معبودوں کے تقرب کے لیے اولاد کو بھینٹ چڑھانا وغیرہ۔ عجیب حالت یہ تھی کہ ایک طرف انہوں نے اپنے جگر گوشوں کو قتل کرنا یا [illegible] گور کرنا بالکل جائز کر لیا تھا اور دوسری طرف انہوں نے کھیت اور چوپائے جیسی بہت سی حلال چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ اور طرفہ تماشا یہ کہ اس حلت و حرمت کو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے دینی حیثیت دے ڈالی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی ان افتراء پردازیوں کو یکسر باطل قرار دیا:

﴿وَقَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾﴾ (الانعام: ٦/ ١٣٨)

''وہ کہتے ہیں یہ چوپائے اور یہ کھیت ممنوع ہیں' ان کو صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں جنہیں ہم کھلانا چاہیں اپنے زعم کے مطابق اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن کی پشتیں (سواری کے لیے) حرام کر دی گئی ہیں اور کچھ چوپایوں پر وہ اللہ کا نام نہیں لیتے، اس پر افتراء کرتے ہوئے۔ اللہ عنقریب انہیں اس افتراء پردازی کا بدلہ دے گا۔''

اسلام آیا تو یہ گمراہی اور حلال وحرام کے معاملہ میں یہ بے راہ روی موجود تھی۔ اسلام نے اس کی اصلاح کی طرف توجہ کی اور پہلا قدم یہ اٹھایا کہ تشریع کے اصول مقرر کیے اور ان کو حِلّت و حُرمت کی اساس بنایا۔ جس کے نتیجہ میں اعتدال وتوازن پیدا ہوا اور عدل کا صحیح معیار قائم ہوا' نیز اس کی بدولت امت مسلمہ گمراہی اور انحراف کی راہ اختیار کرنے والے دائیں اور بائیں' گروہوں کے درمیان امت وسط (اعتدال پر قائم رہنے والی امت) قرار پائی' جسے اللہ تعالیٰ نے خیر امت کے لقب سے نوازا۔ (سورۃ آل عمران:۳/۱۱۰)

❶ تمام اشیاء اصلاً مباح ہیں:

اسلام نے جو پہلا اصول مقرر کیا' وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ تمام چیزیں اصلاً حلال اور مباح ہیں۔ حرام صرف وہ چیزیں ہیں جن کی حرمت کے بارے میں صحیح اور صریح نصِ شرعی وارد ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر صحیح نص موجود نہ ہو: بلکہ ضعیف ہو یا حرمت پر صریح طور سے دلالت نہ کرتی ہو، تو اصل اباحت برقرار رہے گی۔

علمائے اسلام اس بات کے قائل ہیں کہ تمام اشیاء اور نفع بخش چیزیں اصلاً مباح اور جائز ہیں۔ ان کا استدلال قرآن کی درج ذیل آیات سے ہے:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۹)

''وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کردیں۔''

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ﴾

(الجاثية: ٤٥/ ١٣)

''اس نے تمہارے لیے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں اپنی طرف سے مسخر کردیں۔''

﴿ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ﴾ (لقمان: ۳۱/ ۲۰)

''تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لیے مسخر کی ہیں اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کا اتمام کیا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے ان سب نعمتوں کو انسان کے لیے مسخر کر کے اس پر احسان فرمایا ہے' لہٰذا یہ کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان نعمتوں میں سے اکثر کو حرام ٹھہرا کر ان کے استفادہ سے انہیں محروم کرے گا؟ امر واقع یہ ہے کہ اس نے چند چیزوں کو حرام کیا ہے اور وہ بھی کسی خاص سبب یا مصلحت کی بنا پر' جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ گویا اسلامی شریعت میں محرمات کا دائرہ بہت محدود ہے۔ اس کے برعکس حلال کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حرمت کے احکام پر مشتمل نصوص جو صحیح بھی ہوں اور صریح بھی' بہت کم ہیں۔ اور باقی تمام چیزیں' جن کی علت یا حرمت کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہے' اصلاً مباح ہیں اور ان کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے:

((مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ فَهُوَ حَلَالٌ وَمَا حَرَّمَ فَهُوَ حَرَامٌ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ عَفْوٌ فَاقْبَلُوْا مِنَ اللّٰهِ عَافِيَةً فَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ يَنْسِيُ شَيْئًا وَتَلَا وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا .))[1]

''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جس کو حلال ٹھہرایا ہے' وہ حلال ہے اور جس کو حرام ٹھہرایا ہے' وہ حرام ہے اور جن چیزوں کے بارے میں سکوت فرمایا ہے وہ معاف ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی اس فیاضی کو قبول کرو' کیونکہ اللہ سے بھول چوک کا صدور نہیں ہوتا۔ پھر آپ ﷺ نے سورۂ مریم کی آیت تلاوت فرمائی۔''

''اللہ سے کبھی بھول سرزد نہیں ہوتی۔''

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

[1] مستدرك حاكم (۲/ ۳۷۵)۔ مسند البزار (۱۱۷'۱۲۳)۔ السنن الكبرىٰ للبيهقى (۱۰/ ۱۲).

((سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ السَّمَنِ وَالْجُبْنِ وَالْفِرَاءِ فَقَالَ: الْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ وَمَا سَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَالَكُمْ)) ❶

رسول اللہ ﷺ سے گھی، پنیر اور گورخر کے بارے میں پوچھا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال ٹھہرایا ہے۔ اور حرام وہ ہے جسے اس نے اپنی کتاب میں حرام ٹھہرایا ہے۔ رہیں وہ چیزیں جن سے سکوت اختیار فرمایا ہے، تو وہ معاف ہیں۔''

اس سے واضح ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے جزئیات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا، بلکہ ایک ایسا قاعدہ بیان فرمایا کہ جس سے حلال وحرام میں بآسانی تمیز کی جاسکتی ہے۔ اس کے پیش نظر یہ جان لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے، جو چیزیں ان کے ماسوا ہیں وہ آپ ہی حلال وطیب قرار پاتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلاَ تُضَيِّعُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلاَ تَعْتَدُوْهَا، وَحَرَّمَ اَشْيَاءَ فَلاَ تَنْتَهِكُوْهَا، وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ رَحْمَةً بِكُمْ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلاَ تَبْحَثُوْا عَنْهَا.)) ❷

''اللہ نے فرائض کو لازم کیا ہے، لہٰذا انہیں ضائع نہ کرو اور حدود مقرر کر دیئے ہیں لہٰذا ان سے تجاوز نہ کرو۔ جن چیزوں کو اس نے حرام ٹھہرایا ہے ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ اور جن چیزوں کے بارے میں اس نے دانستہ سکوت اختیار فرمایا ہے تو یہ سکوت تمہارے لیے باعثِ رحمت ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں کے بارے میں بحث میں نہ پڑو۔''

---

❶ ترمذی، کتاب اللباس: باب ماجاء فی لبس الفراء، ح ١٧٢٦، ابن ماجه، کتاب الاطعمة: باب اکل الجبن والسمن، ح ٣٣٦٧۔ حسنه الالبانی فی صحیح سنن الترمذی (١٤١٠) والحدیث السابق شاهدله۔

❷ سنن الدارقطنی (٤ ١٨٣۔١٨٤)۔ السنن الکبری للبیهقی (١٠/ ١٢۔ ١٣)

یہاں یہ واضح کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مباح الاصل ہونے کا دائرہ اشیاء واعیان تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں واقعات وتصرفات بھی شامل ہیں، جو عبادات کے قبیل سے نہیں ہیں، اور جن کو اصطلاحاً عادات ومعاملات کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (الانعام: ٦/ ١٩٩)

''اس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں، جو تم پر حرام ٹھہرائی ہیں۔''

اشیاء اور افعال دونوں کو شامل ہے۔ البتہ عبادات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ ان دینی امور کا علم جاننا، وحی کے ذریعہ ہی ممکن ہے اور ان ہی امور کے متعلق حدیث میں آیا ہے:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا مَالَيْسَ مِنْهُ فَهُوَرَدٌّ .)) [1]

''جو شخص ہمارے (دین کے) معاملے میں کوئی نئی بات نکالے جو اس سے متعلق نہیں، وہ قابل رد ہے۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ دین دو حقیقتوں اور طریقوں پر مشتمل ہے:

۱: ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔

۲: اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طریقہ پر کی جائے جو اُس نے مشروع فرمایا ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی اپنی جانب سے عبادت کا نیا طریقہ نکالے، خواہ وہ کوئی شخص ہو، وہ لازماً گمراہی اور ضلالت ہے، جسے رد کیا جانا چاہیے۔ حقیقتاً عبادت کے طور طریقے جو تقربِ الٰہی کا ذریعہ ہیں، مقرر کرنے کا حق شارع اور صرف شارع کو حاصل ہے۔

البتہ عادات و معاملات کی نوعیت اس سے مختلف ہے۔ ان طور طریقوں کو شارع نے نہیں بلکہ لوگوں نے قائم کیا ہے جس کے مطابق وہ عمل درآمد کرتے رہتے ہیں۔ شریعت تو ان کی تصحیح وتہذیب اور ان میں اعتدال وتوازن پیدا کرنے کا کام انجام دیتی رہی ہے اور جن باتوں (رسوم ورواج) میں کوئی خرابی اور ضرر (نقصان) نہیں تھا ان کو شریعت نے برقرار رکھا ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] بخاری، کتاب الصلح: باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود، ح٢٦٩٧ مسلم، کتاب الاقضیة باب: نقض الاحکام الباطلة، ح١٧١٨۔

''اقوال و افعال میں بندوں کے تصرف کی دو قسمیں ہیں۔ (۱)...... ایک قسم عبادات کی ہے جن سے دینی حالت درست ہوتی ہے (۲)...... اور دوسری قسم عادات کی ہے جن کی ضرورت دنیوی معاملات میں ہوتی ہے۔''

شریعت کے اصول کا عمومی اور ایک نظر میں طائرانہ مطالعہ کرنے سے یہ قاعدہ کلیہ اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ عبادات جن کو اللہ تعالیٰ نے واجب یا مستحب ٹھہرایا ہے ان کی یہ حیثیت شریعت ہی سے ثابت ہوسکتی ہے۔ رہیں عادات تو دنیا کے معاملات میں لوگ ضرورتاً ان کے عادی ہوتے ہیں اور وہ اصلاً منع ہیں۔ اس لیے جن چیزوں کو اللہ نے ممنوع قرار دیا ہے ان کے علاوہ کسی اور چیز کو ممنوع نہیں قرار دیا جاسکتا۔ امر و نہی کا معاملہ درحقیقت قانون الٰہی سے متعلق ہے۔ اور عبادت کا معاملہ بھی سراسر اسی کے حکم پر موقوف ہے' لہٰذا جس بات کا حکم اس کی طرف سے نہیں ملا اس پر ممانعت کا حکم کیسے لگایا جاسکتا ہے؟

اسی لیے امام احمد رحمہ اللہ اور دیگر فقہائے اہل حدیث رحمہم اللہ اس بات کے قائل ہیں کہ عبادات اصلاً توفیقی (جن کا علم وحی کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے) ہیں۔ لہٰذا مشروع وہ ہے جسے اللہ کریم نے مشروع کیا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہم پر صادق آئے گا:

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ﴾

(الشوریٰ: ۴۲/ ۲۱)

''کیا ان کے لیے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کے وہ طریقے گھڑ لیے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟''

البتہ عادات کا معاملہ اس سے مختلف ہے۔ وہ اصلاً مباح ہیں' اس لیے اس قبیل کی محض ان چیزوں سے روکنا چاہیے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام ٹھہرایا ہے۔ بصورت دیگر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہم پر صادق آئے گا:

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ﴾

(یونس: ۱۰/ ۵۹)

''کہو! تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لیے نازل فرمایا ہے اس

میں سے کسی کو تم نے حرام اور کسی کو حلال ٹھہرایا؟''

یہ نہایت ہی اہم اور مفید اصول ہے اور اسی اصول کے پیش نظر ہم کہتے ہیں کہ بیع' ہبہ' اجارہ وغیرہ عادات کے قبیل سے ہیں' جن کی طرف لوگ روز مرہ کی زندگی میں ضرورت مند ہوتے ہیں' مثلاً: کھانا' پینا اور لباس۔ شریعت نے ان عادات کو آدابِ حسنہ سے سنوارا ہے۔ اور جن عادات میں خرابی تھی ان کو حرام ٹھہرایا۔ اور جو ضرورت کے قبیل سے تھیں ان کو لازم کر دیا۔ اسی طرح جو عادات نا مناسب تھیں ان کو ناپسندیدہ ٹھہرایا۔ اور جن باتوں میں مصلحت کا پہلو غالب تھا ان کو مستحب قرار دیا۔

اس حقیقت کے پیش نظر لوگ اپنی مرضی کے مطابق لین دین اور اُجرت پر معاملہ کرنے کے لیے آزاد ہیں' جب تک کہ شریعت سے کسی چیز کی حرمت ثابت نہ ہو جائے۔ اس کی مثال خورد ونوش ہے کہ لوگ محرمات کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی مرضی کے مطابق کھا پی سکتے ہیں۔ اگرچہ بعض چیزیں استحباب اور بعض چیزیں کراہت کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ لیکن جب تک شریعت پابندی عائد نہ کرے وہ اپنی اصل اطلاقی (اباحت اصلیہ کی) حالت پر باقی رہتی ہیں۔''[1]

اس اصول کی تائید صحیح حدیث سے ہوتی ہے جو سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ' فَلَوْكَانَ شَيْءٌ يُنْهٰى عَنْهُ لَنَهٰى عَنْهُ الْقُرْاٰنُ .))[2]

''ہم عزل کیا کرتے تھے درآنحالیکہ قرآن نازل ہو رہا ہوتا۔ اگر کوئی بات ایسی ہوتی جس کی ممانعت کی جانی چاہیے تھی' تو قرآن اس سے منع کرتا۔''

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس چیز کے بارے میں وحی نے سکوت اختیار کیا ہے وہ نہ تو حرام ہے اور نہ اس سے روکا گیا ہے۔ ایسی تمام چیزیں لوگوں کے لیے جائز ہیں جب تک کہ ممانعت پر دلالت کرنے والی کوئی نص سامنے نہ آجائے۔ اس معاملہ میں

---

[1] تالیف ابن تیمیہ' ص۱۱۲'۱۱۳.

[2] بخاری۔ کتاب النکاح:باب العزل' ح۵۲۰۷'۵۲۰۸' مسلم' کتاب النکاح: باب حکم العزل' ح: ۱۴۴۰: واللفظ لہ۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فہم ان کے کمال تفقہ کی علامت ہے۔ الغرض اس سے اسلام کے مہتم بالشان اصول کا تعین ہو جاتا ہے کہ عبادت وہی مشروع ہے جسے اللہ کریم نے مشروع کیا ہے اور عادات سے متعلق کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے حرام کرنے کے بغیر حرام نہیں ہوتی۔

۲ تحلیل وتحریم اللہ ہی کا حق ہے:

اسلام نے دوسرا اصول یہ مقرر کیا کہ وہ اقتدار جو تحلیل وتحریم کے اختیارات کا اصل سرچشمہ ہے، مخلوق کا نہیں بلکہ صرف خالق کا حق ہے۔ کوئی انسان عالم ہو یا درویش، بادشاہ ہو یا حکمران، کسی کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر کسی چیز کو حرام ٹھہرائے۔ جو شخص بھی اس کی جسارت کرے گا وہ حد سے تجاوز کرنے اور اللہ تعالیٰ کے تشریعی حقوق میں زیادتی کا مرتکب ہوگا، اس کی اتباع کرنا اور اپنے عمل سے اس سے اظہارِ رضا مندی کرنا شرک کے مترادف ہے۔

﴿ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ﴾

(الشوریٰ: ۴۲/ ۲۱)

''کیا ان کے لیے ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کے وہ طریقے مقرر کر لیے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟''

یہود و نصاریٰ نے تحلیل وتحریم کے اختیارات اپنے احبار و رُہبان (ملّا و درویش) کو دے رکھے تھے، جس پر قرآن نے اس طرح سخت نکیر فرمائی:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱ ﴾ (التوبہ: ۹/ ۳۱)

''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے احبار و رہبان کو اپنا رب بنا لیا ہے اور مسیح بن مریم کو بھی۔ حالانکہ انہیں ایک اِلٰہ کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ پاک ہے وہ ان کی ان مشرکانہ باتوں سے۔''

حدیث مبارکہ میں ہے:

((وَقَدْ جَاءَ عَدِیُّ بْنُ حَاتِمٍ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ وَکَانَ دَانَ بِالنَّصْرَانِیَّةِ قَبْلَ الْاِسْلَامِ، فَلَمَّا سَمِعَ النَّبِیَّ یَقْرَأُ هٰذِهِ الْاٰیَةَ، قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنَّهُمْ لَمْ یَعْبُدُوْهُمْ، فَقَالَ: بَلٰی، اِنَّهُمْ حَرَّمُوْا عَلَیْهِمُ الْحَلَالَ وَاَحَلُّوا لَهُمُ الْحَرَامَ فَاتَّبَعُوْهُمْ، فَذٰلِكَ عِبَادَتُهُمْ اِیَّاهُمْ.)) ❶

عدی بن حاتم جنہوں نے اسلام سے پہلے نصرانیت قبول کرلی تھی، جب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا تو عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان لوگوں نے اپنے احبار ورُہبان کی عبادت تو نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیوں نہیں؟ انہوں نے ان پر حلال کو حرام اور حرام کو حلال ٹھہرایا تھا اور ان لوگوں نے ان کی اتباع کی، احبار ورہبان کی عبادت کا یہی مطلب ہے۔''

دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

((اَمَا اِنَّهُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا یَعْبُدُوْنَهُم وَلٰکِنَّهُمْ کَانُوْا اِذَا اَحَلُّوْا لَهُمْ شَیْئًا اِسْتَحَلُّوْهُ وَاِذَا حَرَّمُوْا عَلَیْهِمْ شَیْئًا حَرَّمُوْهُ.)) ❷

''یہ لوگ احبار ورہبان کی پرستش نہیں کرتے تھے، بلکہ ان کے حلال کیے ہوئے کو حلال اور ان کے حرام کیے ہوئے کو حرام کر لیتے تھے۔''

نصاریٰ اس زعم باطل میں مبتلا رہے کہ مسیح علیہ السلام نے آسمان پر جاتے ہوئے اپنے شاگردوں کو یہ اختیار تفویض فرمایا تھا کہ وہ جس طرح چاہیں حلال وحرام ٹھہرائیں، چنانچہ انجیل متی میں ہے:

''میں تم سے سچ کہتا ہوں: جو کچھ تم زمین پر باندھو گے وہ آسمان پر بندھے گا اور جو کچھ تم زمین پر کھولو گے وہ آسمان پر کھلے گا۔'' (متی ۱۸:۱۸)

اسی طرح قرآن نے تحلیل وتحریم کے معاملہ میں مشرکین کے طرز عمل کو بھی غلط قرار دیا:

---

❶ السنن الکبری للبیهقی (۱۰/ ۱۱۶)

❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب و من سورة التوبة، ح ۳۰۹۵.

﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿٥٩﴾﴾ (یونس: ۱۰/ ۵۹)

''کہو! تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ نے جو رزق تمہارے لیے نازل فرمایا ہے اس میں سے تم نے کسی کو حرام اور کسی کو حلال ٹھہرالیا؟ کہو! اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر افترا پردازی کررہے ہو''؟

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ؕ﴾

(النحل: ۱۶/ ۱۱۶)

''یہ جو تمہاری زبانیں اللہ پر افتراء (جھوٹا الزام لگانا) کرتے ہوئے جھوٹے احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام' تو ایسی باتیں نہ کرو' جو لوگ اللہ پر افتراء کرتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہ پائیں گے۔''

ان روشن آیات اور واضح احادیث سے فقہائے اسلام نے حتمی طور پر جان لیا کہ حلت و حرمت کا اختیار اللہ وحدہ ہی کو ہے اور وہ اپنی کتاب یا اپنے رسول ﷺ کی زبانی لوگوں کو حلال وحرام سے آگاہ کرتا ہے اور فقہاء کا کام اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ وہ حلت وحرمت کو بیان کریں۔ شریعت سازی ان کا کام نہیں۔ یہ فقہاء، اجتہاد و امامت کی صلاحیت رکھنے کے باوجود فتویٰ دینے سے احتراز کرتے تھے اور یہ کام دوسروں کے سپرد کرتے تھے اس اندیشہ سے کہ غلطی سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہ کر بیٹھیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ''کتاب الأم'' میں قاضی ابو یوسف سے روایت نقل کی ہے' فرماتے ہیں:

''میں نے بہت سے اہل علم مشائخ کو دیکھا کہ وہ فتویٰ دینا پسند نہیں کرتے اور کسی چیز کو حلال یا حرام کہنے کی بجائے کتاب اللہ میں جو کچھ ہے اسے بلا تفسیر بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔''

ابن سائب جو ممتاز تابعی ہیں' کہتے ہیں کہ اس بات سے حد المقدور بچو کہ تمہارا

حال اس شخص کا سا ہو جائے جو کہتا ہے کہ اللہ نے فلاں چیز حلال کی ہے یا اسے پسند ہے' لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہ میں نے اس کو حلال کیا تھا اور نہ مجھے پسند تھی۔ اسی طرح تمہارا حال اس شخص کا سا بھی نہ ہو جائے جو کہتا ہے کہ فلاں چیز حق تعالیٰ نے حرام کردی ہے' لیکن قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہے' میں نے نہ اسے حرام کیا تھا اور نہ اس سے روکا تھا۔

ابراہیم نخعی سے جو کوفہ کے ممتاز فقہائے تابعین میں سے ہیں' منقول ہے کہ جب ان کے اصحاب فتویٰ دیتے تو ''یہ مکروہ ہے'' یا ''اس میں کوئی حرج نہیں'' کے الفاظ استعمال کرتے۔ کیونکہ کسی چیز پر حلت وحرمت کا حکم لگانے سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ بات اور کیا ہو سکتی ہے؟''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ سلف صالحین حرام کا اطلاق اسی چیز پر کرتے تھے جس کی حرمت قطعی طور پر ثابت ہوتی۔ اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کسی ایسے سوال کے جواب میں فرماتے: ''میں اسے مکروہ خیال کرتا ہوں' یا اچھا نہیں سمجھتا' یا یہ پسندیدہ نہیں ہے۔'' یہی بات امام مالک رحمہ اللہ ' امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور دیگر تمام ائمہ رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

۳ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینا شرک کے قبیل سے ہے:

اسلام نے ان لوگوں کی سخت مذمت کی ہے جو تحلیل و تحریم کے مختار و مجاز کلی بن جاتے ہیں۔ خاص طور سے اس نے حلال کو حرام کرنے والوں پر شدید گرفت کی ہے' کیونکہ اس کے نتیجہ میں انسان بلاوجہ تنگی اور مشقت میں مبتلا ہو جاتا ہے اور آخر کار تعمق (تشدد) پسندانہ مذہبیت کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے' حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمق و تشدد کے رجحان کو سختی سے دبایا اور اس قسم کا رویہ اختیار کرنے والوں کی سخت مذمت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَ لا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ' اَلا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ' اَ لا هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ.)) [1]

---

[1] مسند احمد (٣٨٦١)۔ مسلم' كتاب العلم: باب هلك المتنطعون' ح ٢٦٧٠ ابوداود' كتاب السنة: باب في لزوم السنة' ح٤٦٠٨ .

''آگاہ ہو جاؤ! دین میں تعمق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہو گئے' آگاہ ہو جاؤ کہ دین میں تعمق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہو گئے' آگاہ ہو جاؤ! کہ دین میں تعمق وتشدد پیدا کرنے والے ہلاک ہو گئے۔''

اور رسالتِ محمدی ﷺ کی خصوصیت یہ بیان فرمائی:

((بُعِثْتُ بِالْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ .)) ❶

''میں ایسے دین کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جو حنیف بھی ہے اور فراخ کشادہ بھی۔''

چنانچہ یہ دین عقیدہ و توحید کے معاملہ میں حنیف اور شریعت و اعمال کے معاملہ میں فراخ ہے۔ شرک و کفر اور حلال کو حرام کرنے جیسے افعال اس کی بالکل ضد ہیں۔ ایک حدیث میں نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((اِنِّیْ خَلَقْتُ عِبَادِی حُنَفَاءَ وَاِنَّهُمْ اَتَتْهُمُ الشَّيَاطِيْنُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِيْنِهِمْ وَحَرَّمَتْ عَلَيْهِمْ مَا اَحْلَلْتُ لَهُمْ وَاَمَرَتْهُمْ اَنْ لاَ يُشْرِكُوْا بِیْ مَالَمْ اُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا .)) ❷

''میں نے اپنے بندوں کو دین حنیف پر پیدا کیا ہے' لیکن شیطانوں نے انہیں بہکایا اور ان پر ان چیزوں کو حرام کر دیا جن کو میں نے حلال کیا تھا' اور انہیں حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ ان کو شریک ٹھہرائیں کہ جس کی میں نے کوئی سند نازل نہیں کی۔''

اس سے واضح ہے کہ حلال کو حرام کرنا شرک کے قبیل سے ہے۔ اسی لیے قرآن نے مشرکین عرب کے شرک' بت پرستی اور کھیتی اور چوپایوں جیسی پاکیزہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لینے پر سخت نکیر کی۔ بحیرہ' سائبہ' وصیلہ اور حام ان ہی کے حرام کردہ چوپائے تھے۔ چنانچہ

---

❶ یہ روایت مسند احمد کے حوالہ سے صحیح لغیرہ ہے باختلاف الفاظ، مسند احمد بن حنبل، ۱/ ۲۳۶، رقم الحدیث: ۱۲۰۷-۶/ ۱۱۶، رقم الحدیث: ۲۴۸۵۵، الادب المفرد للبخاری، رقم الحدیث: ۲۸۷، المعجم الکبیر للطبرانی، ۸/ ۲۱۶، رقم: ۷۸۶۸، سلسلة الاحادیث الصحیحة للالبانی، رقم الحدیث: ۱۸۸ .

❷ مسلم' کتاب الجنة: باب الصفات التی یعرف بها فی الدنیا اهل الجنة' ح ۲۸۶۵ .

جب اونٹنی پانچ بچے جنم دے لیتی اور آخری بچہ نر ہوتا تو یہ مشرکین اس اونٹنی کے کان کاٹ ڈالتے اور اس پر سواری کرنے کو ممنوع قرار دے کر اسے اپنے معبودوں کے لیے چھوڑ دیتے۔ پھر اس کو ذبح کرنا اور اس پر بار برداری کرنا سب حرام ہوجاتا' اس کو پانی کے گھاٹ یا چراگاہ سے ہٹایا بھی نہیں جاسکتا تھا' اس کا نام انہوں نے بحیرہ یعنی کان کٹی ہوئی اونٹنی رکھا تھا۔

اسی طرح سائبہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کو کوئی شخص اپنے سفر سے واپس آجانے یا مرض سے شفایاب ہوجانے پر اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتا۔

بکری اگر مادہ جنتی تو اس کو اپنا حق سمجھتے اور اگر نر جنتی تو وہ ان کے معبودوں کا حق ہوتا اور اگر نر و مادہ دونوں جنتی تو نر کو اپنے معبودوں کے لیے ذبح کرنے کی بجائے اسے آزاد چھوڑ دیتے اور اس کا نام ''وصیلہ'' رکھتے۔ اسی طرح اس اونٹ کو جس کے بچے کا بچہ بار برداری کے قابل ہوجاتا تو اس بوڑھے اونٹ پر سواری اور بار برداری کو ممنوع قرار دیتے اور اس کا نام حام رکھتے۔ قرآن کریم نے اس تحریم کو منکر (نافرمانی اور گناہ کا کام) قرار دیا اور اس قسم کی گمراہیوں میں اپنے آباء کی تقلید کے لیے کوئی گنجائش نہیں رکھی' فرمایا:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـــًٔـا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ۝﴾

(المائدۃ: ۵/ ۱۰۳۔۱۰۴)

''اللہ نے نہ بحیرہ مقرر کیا ہے' نہ سائبہ' نہ وسیلہ اور نہ ہی حام۔ یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ جب انہیں دعوت دی جاتی ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے اتاری ہے اور اس کے رسول کی طرف تو کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہ طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو (عمل کرتے ہوئے) پایا ہے۔ کیا یہ اس صورت میں بھی اپنے باپ دادا کی تقلید کریں گے جبکہ ان کے باپ دادا نہ کچھ جانتے رہے ہوں اور نہ ہدایت پر رہے ہوں؟''

سورۂ اعراف میں اصل حرام چیزوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾

(الاعراف: ۷/ ۳۲)

''کہو! کس نے حرام ٹھہرایا ہے اللہ کی اُس زینت کو جو اُس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور رزق کی پاکیزہ چیزوں کو؟''

﴿قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳۳﴾ (الاعراف: ۷/ ۳۳)

''کہو! میرے رب نے تو جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ یہ ہیں' بے حیائی کے کام خواہ کھلے ہوں یا چھپے۔ گناہ۔ ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ جس کی سند اللہ نے نہیں نازل کی۔ نیز یہ کہ اللہ کی طرف منسوب کر کے کوئی ایسی بات کہو جس کا تمہیں علم نہیں۔''

تحلیل وتحریم کی یہ بحث مکی سورتوں میں آئی ہے' جو اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن کی نظر میں یہ مسئلہ فروعات و جزئیات کا نہیں بلکہ اصول و کلیّات کا ہے۔

مدینہ میں کچھ مسلمان ایسے تھے جن کے اندر شدت پسندی اور طیبات (پاکیزہ چیزوں) کو اپنے نفس پر حرام کرنے کا رُجحان پیدا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے محکم آیات نازل فرما کر ان کو حدودُ اللہ اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی ہدایت فرمائی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝۸۷ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۸۸﴾ (المائدة: ۵/ ۸۷-۸۸)

''اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ ٹھہراؤ اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقین جانو! اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ جو حلال وطیب رزق اللہ نے تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اس اللہ

سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔''

۴ حرام چیزیں باعث مضرت ہیں:

اللہ تعالیٰ انسانوں کا خالق ہے اور ان پر اس کے بے شمار احسانات ہیں' اس لیے یہ اسی کا حق ہے کہ وہ جس چیز کو چاہے انسان کے لیے حلال اور جس چیز کو چاہے' حرام ٹھہرائے۔ اس پر اعتراض کرنے یا اس کی نافرمانی کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ یہ اس کی ربوبیت کا حق اور اس کی بندگی کا صریح تقاضا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال، معقول وجوہ ہی کی بنا پر ٹھہرایا ہے اور انسان کا حقیقی مفاد اسی سے وابستہ ہے۔ اللہ نے پاکیزہ چیزوں ہی کو حلال قرار دیا اور ناپاک چیزوں ہی کو حرام ٹھہرایا ہے۔

البتہ یہودیوں پر اللہ تعالیٰ نے بعض اچھی چیزیں بھی حرام کر دی تھیں یہ فیصلہ ان کی سرکشی کی وجہ سے سزا کے طور پر تھا' لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ کو دائمی دین کے ساتھ مبعوث فرمایا تو اُس کی رحمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ اس بوجھ کو ہلکا کر دیا جائے۔ گناہوں کے کفارہ کے لیے بھی اسلام نے طیبات کو حرام نہیں کیا بلکہ کفارہ کی ادائیگی کی دوسری شکلیں متعین کر دیں۔

- چنانچہ خالص توبہ گناہوں کو اس طرح صاف کرتی ہے جس طرح پانی گندگی کو۔
- اسی طرح نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے۔
- علاوہ ازیں مصائب و آلام میں گناہ اس طرح جھڑنے لگتے ہیں جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔

اسی لیے اسلام کی یہ حقیقت معروف ہوگئی کہ اس نے جن چیزوں کو حرام ٹھہرایا ہے وہ انسانیت کے لیے ہر طرح سے خرابی ومضرت کا باعث ہیں۔

چنانچہ جو چیز خالص مضرت کی (نقصان کی باعث) تھی اس کو حرام کر دیا اور جو چیز خالص منفعت کی تھی اس کو حلال کر دیا۔ اسی طرح جس کی مضرت، منفعت سے زیادہ تھی اس کو حرام اور جس کی منفعت زیادہ تھی اس کو حلال قرار دیا۔ اس کی صراحت قرآن نے شراب

اور جوئے کے معاملہ میں یوں میں کی ہے:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ (البقرة: ٢/ ٢١٩)

''وہ تم سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں' کہو! ان دونوں چیزوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں' لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے بڑھ کر۔''

ایک مسلمان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ ان خباثتوں اور مضرتوں (کے اسباب و دواعی) کو جان لے جن کی وجہ سے اسلام نے کسی چیز کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ دوسروں کے مقابلہ میں اس کا علم کم ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی حرام کردہ خباثت ابھی ظاہر نہ ہوئی ہو اور کسی دوسرے زمانہ میں ظاہر ہو جائے۔ مؤمن کا کام تو ہمیشہ سمع و اطاعت ہے۔

خنزیر (سُور) ہی کی مثال لیجئے۔ اللہ نے اس کا گوشت حرام کیا' لیکن اس وقت اس کی علت (وجہ، حکمت) مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آئی' سوائے اس کے کہ یہ نجس جانور ہے۔ لیکن زمانہ کی ترقی نے یہ انکشاف کیا کہ اس میں مہلک جراثیم اور کیڑے ہوتے ہیں۔ اگر یہ انکشاف نہ بھی ہوا ہوتا' یا اس بارے میں آئندہ مزید انکشافات ہو جائیں، بہر صورت ایک مسلمان اپنے اس عقیدہ پر قائم رہے گا کہ سور کا گوشت حرام ہے۔

دوسری مثال نبی ﷺ کی اس حدیث سے واضح ہے:

((اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَ:اَلْبرَازَ فِيْ الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةَ الطَّرِيْقِ وَالظِّلَّ .)) ❶

''تین باتوں سے بچو جو موجب لعنت ہیں: پانی پینے کی جگہوں میں، وسط راہ میں اور سایہ دار جگہ میں پاخانہ کرنا۔''

---

❶ ابوداود' كتاب الطهارة، باب المواضع التى نهن عن البول فيها' ح٢٦' ابن ماجه' كتاب الطهارة: باب النهى عن الخلاء على قارعة الطريق' ح٣٢٨وله شاهد غير مسلم فى كتاب الطهارة: باب النهى عن التخلى فى الطرق والظلال' ح ٢٦٩ بلفظ اتقوا اللعانين .

اس حدیث کا مطلب قُرونِ اُولیٰ میں صرف اس حد تک سمجھا گیا کہ یہ بُری باتیں ہیں' جو عقل سلیم اور شائستگی کے خلاف ہیں' لیکن علمی انکشافات کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ یہ چیزیں عام صحت کے لیے سخت مضر ہیں' کیونکہ ان سے خطرناک قسم کے متعدی امراض پھیلتے ہیں۔

اس طرح علم کی روشنی جتنی پھیلے گی اور انکشافات کا دائرہ جتنا وسیع ہوگا اسلام کی وہ مصلحتیں بھی واضح ہوتی چلی جائیں گی جو اس کے حلال وحرام میں بلکہ پورے تشریعی نظام میں پوشیدہ ہیں اور مصلحتیں کیسے نہیں ہوں گی جبکہ یہ شریعت اس ہستی کی طرف سے ہے جو علیم وحکیم ہونے کے ساتھ اپنے بندوں پر مہربان بھی ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ ﴾ (البقرہ: ۲/ ۲۲۰)

''اللہ بگاڑ پیدا کرنے والے کو بھی جانتا ہے اور بھلائی کرنے والے کو بھی' اگر اللہ چاہتا تو تم کو مشقت میں ڈال دیتا۔ یقیناً اللہ غالب بھی ہے اور حکمت والا بھی۔''

⑤ حلال' حرام سے بے نیاز کر دیتا ہے:

اسلام کمال درجہ کی خوبیوں کا دین ہے اور اس نے لوگوں کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ اُس نے جس چیز کو ہم پر حرام ٹھہرایا ہے' اس کا نعم البدل ضرور عطاء کیا ہے۔ ایسا نعم البدل جس سے لوگوں کی ضرورتیں بھی پوری ہوں اور وہ حرام سے بے نیاز بھی ہو جائیں۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس پر بڑی عمدہ روشنی ڈالی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

- اسلام نے پانسوں (قسمت کے تیر جوں سے فال اور شگونِ بد لیتے تھے) کے ذریعہ قسمت معلوم کرنے کو حرام ٹھہرایا اور اس کے بدل کے طور پر دعائے استخارہ عطا فرمائی۔
- سُود کو حرام کیا تو اُس کے عوض نفع بخش تجارت کو جائز کیا۔
- جوئے کو حرام کر دیا اور اس کی بجائے اس مال کا کھانا جائز کر دیا جو گھوڑے' اونٹ اور تیروں کے مقابلوں کے ذریعہ حاصل ہو جو مقابلے شرعاً مفید خیال کیے گئے ہیں۔
- ریشم مردوں پر حرام کیا لیکن اس کے عوض اون' کتان اور روئی کے انواع واقسام کے لباس زینت سے نوازا۔

- زنا اور لواطت کو حرام ٹھہرایا اور ان کی بجائے سنت نکاح کو حلال ٹھہرایا۔
- منشیات کو حرام کیا لیکن اس کے نعم البدل کے طور پر لذیذ مشروبات عطا کیے' جو رُوح اور بدن دونوں کے لیے مفید ہیں۔
- کھانے کی چیزوں میں جہاں ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیا وہاں پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا۔

اگر ہم اسلام کے جملہ احکام کا تتبع کریں تو یہ حقیقت پوری طرح روشن ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اگر ایک جانب سے تنگی پیدا کی ہے (یہ تنگی پیدا کرنا بھی حکمت سے خالی نہیں) تو دوسری جانب سے وسعت کا دروازہ بھی کھول دیا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مشقت اور سختی میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا' بلکہ ان کے لیے آسانی پیدا کرنا اور ان کو خیر' ہدایت اور رحمت سے نوازنا چاہتا ہے' جیسا کہ فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ۝﴾ (النساء: ٤/ ٢٦تا٢٨)

''اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنے احکام واضح کر دے اور تمہیں اُن لوگوں کے طریقوں کی ہدایت بخشے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہیں اور اپنی رحمت کے ساتھ تمہاری طرف متوجہ ہو اور اللہ علیم وحکیم ہے۔ اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جو لوگ خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست بھٹک کر دُور نکل جاؤ' اللہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہے کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔''

٦ جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے:

اسلام کا اصول یہ ہے کہ جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے۔ اس طرح اسلام نے حرام کے ذرائع کا بھی سدباب کیا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام نے زنا کو حرام کیا تو اس

کے مقدمات و محرکات کو بھی حرام کر دیا۔ مثلاً تبرج جاہلیہ' گناہ آمیز خلوت' بے جا اختلاط' برہنہ تصاویر' عریاں لٹریچر اور فحش گانے وغیرہ۔ اسی بنا پر فقہاء اسلام نے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ ''جو چیز حرام کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے۔''

یہ قاعدہ اسلام کے اس اصول کے عین مطابق ہے کہ گنہگار صرف وہ شخص نہیں ہے جو حرام کا مرتکب ہوا ہے' بلکہ اس گناہ میں وہ تمام لوگ شریک ہیں جو اس کام میں کسی نہ کسی حیثیت سے معاون رہے ہیں۔ خواہ تعاون کی نوعیت مادی رہی ہو یا لٹریری (تحریری)۔ حرام کے معاملہ میں جس قدر وہ تعاون کرتے رہے ہیں اسی قدر ان کا گناہ میں حصہ ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے نہ صرف شراب پینے والے پر لعنت فرمائی ہے' بلکہ نچوڑنے والے' اُٹھا کر لے جانے والے اور جس کے لیے اُٹھا کر لے جائی جائے' ان سب پر' نیز اس کی قیمت کھا جانے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ ❶

اسی طرح سُود کھانے والے' کھلانے والے' اس کی دستاویز لکھنے والے اور گواہ بننے والے، سب پر لعنت فرمائی ہے۔ ❷ لہٰذا جو چیز حرام میں معاونت کا باعث بنے وہ بھی حرام ہے اور جو شخص حرام میں معاونت کرے گا وہ گناہ میں شریک ہوگا۔

◆ حرام کے لیے حیلے تلاش کرنا بھی حرام ہے:

اسلام نے جہاں ان ظاہری وسائل کو حرام کیا' جو محرمات کا باعث ہوں' وہاں اُس نے اُن خفیہ ذرائع اور شیطانی حیلوں کو بھی حرام قرار دیا جن کے پس پردہ حرام کو حلال کیا جاسکتا ہے۔

یہودیوں نے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے کے لیے جو حیلہ بازیاں کی تھیں اُن کی اسلام نے سخت مذمت کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَرْتَكِبُوْا مَا ارْتَكَبَ الْيَهُوْدُ وَتَسْتَحِلُّوا مَحَارِمَ اللّٰهِ بَاَدْنٰى

❶ ابوداود' كتاب الاشربة:باب العصير للخمر' ح٣٦٧٤' ابن ماجه' كتاب الاشربة: باب لعنة الخمر على عشرة' ح ٣٣٨٠' ٣٣٨١۔

❷ مسلم' كتاب المساقاة: باب لعن أكل الرباء ومؤكله' ح ١٥٩٨۔

الْحِيَلِ .)) ❶

''یہودیوں نے جس کا ارتکاب کیا تم اُس کا ارتکاب نہ کرو کہ اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ حیلوں کے ذریعہ حلال کرنے لگو۔''

یہودیوں پر اللہ نے سبت (سنیچر ہفتہ) کے دن شکار کرنا حرام کر دیا تھا' لیکن انہوں نے حیلہ کر کے حرام کو حلال کر لیا۔ چنانچہ وہ جمعہ کے دن سمندر کے کنارے خندقیں کھودتے' تاکہ سبت (سنیچر ہفتہ) کے دن مچھلیاں اس میں آ کر جمع ہوتی رہیں اور اتوار کے دن وہ ان کو پکڑ سکیں۔ ان حیلہ سازوں کے نزدیک ایسا کرنا جائز تھا' لیکن فقہائے اسلام کے نزدیک حرام ہے' کیونکہ یہ بات اللہ کے حکم کے خلاف ہے جس کا منشاء ہی یہ تھا کہ وہ شکار سے رک جائیں۔ خواہ شکار براہ راست ہو یا بالواسطہ۔

کسی حرام چیز کا نام یا اس کی صورت بدل دینا جبکہ اس کی اصل حقیقت اپنی جگہ برقرار ہو' ناجائز قسم کا حیلہ ہی ہے۔ محض نام یا صورت کی تبدیلی کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ اگر لوگ محرمات کے لیے نئی نئی صورتیں ایجاد کرنے لگیں یا سود جیسی ناپاک چیز کے لیے حیلہ بازی پر اتر آئیں' یا شراب کا کوئی خوبصورت نام رکھ کر پینا جائز کر لیں تو ایسی صورت میں ان کی حرمت اور گناہ میں کوئی فرق واقع نہ ہوگا۔ حدیث میں یہ پیشگی انتباہ موجود ہے فرمایا:

((لَيَسْتَحِلَّنَّ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا .)) ❷

''میری اُمت کا ایک گروہ شراب کا نام بدل کر اس کو حلال کر لے گا۔''

((يَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَسْتَحِلُّوْنَ الرِّبَا بِاسْمِ الْبَيْعِ .))❸

''ایک زمانہ آئے گا جب لوگ سُود کو بیع کے نام سے حلال کر لیں گے۔''

اور یہ بھی تو زمانہ کی نیرنگیاں ہیں کہ لوگوں نے اخلاق سوز رقص کا نام ''فن'' رکھ دیا

---

❶ ابن بطة فی ابطال الحیل (ص۔٣٤) کما فی غایة المرام و ضعفه الالبانی' ولکن اورده فی آداب الزفاف (ص۔١٩٢) و بعد تبین له انه ضعیف افطر تراجع والعلامة اللالبانی.

❷ مسند احمد (٣١٨/٥)' نسائی' کتاب الاشربة : باب منزلة الخمر' ح٥٦٦١' ابن ماجه' کتاب الاشربة: باب الخمر یسمونها بغیر اسمها' ح٣٣٨٥.

❸ إغاثة اللهفان لا بن القیم، ١/ ٥١٩، غریب الحدیث للخطابی، (ق٤٢/).

ہے اور شراب کو ''مشروبات روحیہ'' اور سود کو ''پرافٹ Profit (نفع)'' کے نام سے موسوم کر بیٹھے ہیں۔

۸ نیک نیتی، حرام کو حلال نہیں کرتی:

یہ بات صحیح ہے کہ اسلام نے شرعی معاملات میں نیک ارادہ اور نیک نیتی کا اعتبار کیا ہے، جیسا کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَانَوٰی .)) [1]

''اعمال میں اعتبار نیت کا ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اُس نے نیت کی''۔

نیک نیتی کی بنا پر مباح اور عادات کے قبیل کے کام، اطاعت وتقرب کے کام بن جاتے ہیں۔ مثلاً جو شخص اس نیت سے کھانا کھاتا ہے کہ بقائے حیات اور تقویت بدن کے اس ذریعہ سے وہ اپنے رب کے عائد کردہ فرائض اور اپنی ملی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے قابل ہو جائے گا' تو اس کا کھانا اور پینا، سب عبادت وتقرب ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی بیوی سے اولاد کے لیے' یا پاکدامنی کی خاطر مباشرت کرتا ہے تو اس کا یہ فعل بھی عبادت ہی ہے' جس پر وہ اجر کا مستحق ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((وَفِیْ بِضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ' قَالُوْا اَیَأْتِیْ اَحَدُنَا شَهْوَتَهٗ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَیَكُوْنَ لَهٗ فِیْهَا اَجْرٌ؟ قَالَ اَلَیْسَ اِنْ وَضَعَهَا فِیْ حَرَامٍ كَانَ عَلَیْهِ وِزْرٌ؟ فَكَذٰلِكَ اِذَا وَضَعَهَا فِی حَلَالٍ كَانَ لَهٗ اَجْرٌ .)) [2]

''تم میں کسی کا اپنی بیوی سے مباشرت کرنا بھی صدقہ ہے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرے کیا اُسے اجر بھی ملے گا ؟ فرمایا: ''اگر وہ حرام مباشرت کا مرتکب ہوتا تو کیا وہ گنہگار نہ

---

[1] بخاری کتاب بدء الوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ' ح۱۔ مسلم' کتاب الامارة: باب قوله ﷺ " انما الاعما ل بالنية"ح' ۱۹۰۷ .

[2] مسلم' كتاب الزكوٰة: باب بيان ان اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف' ح'۱۰۰٦ .

ہوتا؟ اسی طرح وہ جائز مباشرت کرنے پر اجر کا مستحق ہے۔''

نیز حدیث میں آیا ہے:

((وَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلاَلًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَسَعْیًا عَلٰی عِیَالِهٖ وَتَعَطُّفًا عَلٰی جَارِهٖ لَقِیَ اللّٰهَ وَوَجْهُهٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ.)) [1]

''جو شخص دنیا کی جائز چیزوں کا طلب گار ہوا اپنی خودداری کو باقی رکھنے' اپنے اہل وعیال کا نفقہ ادا کرنے اور اپنے پڑوسی پر مہربان ہونے کی غرض سے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔''

اس طرح ہر جائز کام جو مؤمن انجام دیتا ہے، حسن نیت کی بنا پر عبادت بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس حرام کام حرام ہی رہتا ہے خواہ اس کا ارتکاب کتنی ہی نیک نیتی کے ساتھ کیوں نہ کیا جائے اور (بزعم خود) کتنا ہی اعلیٰ مقصد پیش کیوں نہ ہو۔ اسلام کو یہ بات ہرگز پسند نہیں کہ ایک اعلیٰ مقصد کے حصول کا ذریعہ حرام کو بنایا جائے۔ اسلام میں مقصد کا اعلیٰ ہونا اور اس کے حصول کے ذرائع کا پاکیزہ ہونا، دونوں ہی مطلوب ہیں۔ اسلامی شریعت اس قاعدہ کو ہرگز تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہے کہ ''مقصد ہر قسم کے ذریعہ کو جائز کر دیتا ہے۔'' اور نہ اُس کے نزدیک یہ اصول ہی قابل قبول ہے کہ ''صحیح مقصد کے حصول کے لیے بہ کثرت غلط طریقے اختیار کرنا پڑتے ہیں۔'' برخلاف اس کے اسلام یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ ''صحیح مقصد کے لیے صحیح طریقے (شریعت کے مطابق) ہی اختیار کیے جائیں۔''

لہٰذا اگر کوئی شخص اس غرض سے سُود' رشوت' حرام کھیل' جوا اور دیگر محظورات کے ذریعہ روپیہ کماتا ہے کہ وہ مسجد تعمیر کرے گا' یا رفاہی خدمت انجام دے گا تو مقصد کی یہ پاکیزگی حرمت کو رفع (ختم) نہیں کرتی۔ کیوں کہ اسلام میں مقاصد اور نیتیں حرام پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔ نبی ﷺ نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے:

[1] ابو نعیم فی "الحلیة" (۳/ ۱۰۹-۱۱۰) من طریق الطبرانی (۸/ ۳۱۵) وغیرہ والبیھقی فی الشعب۔(۷/ ۲۹۸' ح' ۱۰۳۷۴' ۱۰۳۷۵) اسنادہ ضعیف لانقطاعه.

((اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لاَ يَقْبَلُ اِلَّا طَيِّبًا' وَاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَالْمُوْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ: ﴿ يَاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴾(المؤمنون:٥١) وَقَالَ: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾[البقرة : ١٧٢) ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَيْهِ اِلَى السَّمَاءِ "يَارَبِّ يَارَبِّ" وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ؟)) ❶

''اللہ پاک ہے اور پاک چیزوں ہی کو قبول فرماتا ہے۔ اہل ایمان کو اس نے اسی بات کا حکم دیا ہے جس کا حکم کہ اس نے اپنے رسولوں کو دیا۔ چنانچہ قرآن میں فرمایا :''اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس کا مجھے اچھی طرح علم ہے۔'' نیز فرمایا: 'اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں عطا کی ہیں انہیں کھاؤ۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص طویل سفر کرتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ بال پریشان ہیں' پاؤں غبار آلود ہیں اور اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کرتا ہے'' اے رب' اے رب'' لیکن اس کا کھانا حرام' پینا حرام' لباس حرام اور حرام کھا کر ہی وہ پلا ہے' تو ایسے شخص کی دُعا کیونکر قبول ہوگی؟''

اور فرمایا:

((مَنْ جَمَعَ مَالاً مِنْ حَرَامٍ ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يَكُنْ لَهٗ فِيْهِ اَجْرٌ وَكَانَ اِصْرُهٗ عَلَيْهِ)) ❷

''جس نے حرام مال جمع کیا اور پھر اسے صدقہ کیا تو اس کے لیے کوئی اجر نہیں

❶ مسلم' كتاب الزكوٰة: باب قبول الصدقة من الكسب الطيب' ح ١٠١٥' ترمذى كتاب تفسير القرآن:باب ومن سورة البقرة: ح ٢٩٨٩ ۔

❷ مستدرك حاكم (١/ ٣٩٠) صحيح ابن حبان(الاحسان۔ ٣٢٠٦)۔ (موارد۔ ٨٣٦'٧٩٧)۔ شرح السنة (١٥٩١)۔ واسناده ضعيف ۔

ہے بلکہ اس پر (حرام کمائی کے) گناہ کا بار ہے۔''

نیز فرمایا:

((لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ مَالاً حَرَامًا فَیَتَصَدَّقُ بِهِ فَیُقْبَلُ مِنْهُ، وَلَا یُنْفِقُ مِنْهُ فَیُبَارَكُ لَهُ فِیْهِ، وَلَا یَتْرُكُهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ إِلَّا كَانَ زَادَهُ إِلَى النَّارِ، إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَا یَمْحُوْ السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ، وَلٰكِنْ یَمْحُوالسَّیِّئَ بِالْحَسَنِ، إِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُوْ الْخَبِیْثَ)) ❶

''بندہ حرام مال کما کر جو صدقہ کرتا ہے وہ قبول نہیں ہوتا۔ اس میں سے جو کچھ وہ خرچ کرتا ہے اس میں برکت بھی نہیں ہوتی۔ اور جو اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ جہنم کے لیے زادِ راہ بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا' بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ گندگی، گندگی کو نہیں مٹاتی۔''

❾ حرام میں مبتلا ہو جانے کے اندیشہ سے مشتبہات سے بچنا:

اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت ہے کہ اُس نے حلال وحرام کا معاملہ لوگوں پر مبہم نہیں رکھا۔ بلکہ حلال کو واضح کر دیا اور حرام کی تفصیل بیان کر دی:

﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾ (الانعام: ٦/ ١٩٩)

''اس نے وہ چیزیں تفصیل سے بیان کر دی ہیں' جو تم پر حرام کر دی ہیں۔''

لہٰذا جو چیز واضح طور پر حلال ہے اس کو اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور جو چیز واضح طور پر حرام ہے اس کو اضطراری حالت کے سوا (جس کی صراحت خود قرآن کریم میں ہے) اختیار کرنے کی رخصت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں ایک دائرہ واضح حرام کے درمیان مشتبہات کا بھی ہے۔ ایسے اُمور میں لوگ التباس محسوس کرنے لگتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ کبھی تو دلائل ہی غیر واضح ہوتے ہیں اور کبھی نص کو پیش آمدہ واقعہ پر منطبق کرنا سخت اُلجھن کا باعث بن جاتا ہے۔ اس قسم کے مشتبہ اُمور سے بچنے کا نام اسلام میں تورّع (تقویٰ) ہے۔ یہ تورّع سد ذریعہ کا کام دیتا ہے اور انسان کی صحیح ڈھنگ پر تربیت کرتا ہے'

❶ مسند احمد (١/ ٣٨٧) واسناده ضعيف.

ورنہ اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی مشتبہات میں پڑ کر حرام کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ یہ اصول نبی ﷺ کے اس ارشاد پر مبنی ہے:

((اَلْحَلَالُ بَيِّنٌ وَالْحَرَامُ بَيِّنٌ وَبَيْنَ ذٰلِكَ اُمُوْرٌ مُشْتَبِهَاتٌ، لَايَدْرِيْ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ أَمِنَ الْحَلَالِ هِيَ اَمِ الْحَرَامِ، فَمَنْ تَرَكَهَا اِسْتِبْرَاءً لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ فَقَدْ سَلِمَ، وَمَنْ وَاقَعَ شَيْئًا مِنْهَا يُوْشَكُ اَنْ يُوَاقِعَ الْحَرَامَ كَمَا اَنَّ مَنْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى اَوشَكُ اَنْ يُوَاقِعَهٗ، اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللّٰهِ مُحَارِمُهٗ.)) [1]

”حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں۔ جن کے بارے میں بہت سے لوگوں کو نہیں معلوم، کہ آیا یہ حلال ہیں یا حرام، تو جو شخص اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچانے کے لیے ان سے احتراز کرے گا وہ سلامتی میں رہے گا۔ لیکن جو شخص ان میں سے کسی چیز میں مبتلا ہوگا تو اس کا حرام میں مبتلا ہونا بعید نہیں۔ جس طرح کوئی شخص اپنے جانور ممنوعہ چراگاہ کے اردگرد چراتا ہے تو ان کے اندر داخل ہونے کا امکان ہوتا ہے۔ سنو! ہر بادشاہ کی ایک ممنوعہ چراگاہ ہوتی ہے، اور سنو! اللہ کی ممنوعہ چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں۔“

⑩ حرام، سب کے لیے حرام ہے:

اسلامی شریعت میں حرام کا حکم عام ہے۔ ایسا نہیں ہے کوئی چیز عجمی کے لیے تو حرام ہو اور عربی کے لیے حلال یا کالے کے لیے ممنوع ہو اور گورے کے لیے مباح۔ اور نہ ہی کسی چیز کا جواز یا رُخصت کسی مخصوص طبقہ یا گروہ کے لیے ہے، کہ کاہن، احبار، بادشاہ یا شرفاء اپنے مقام اور نام کا فائدہ اٹھا کر اپنی نفس پرستی کا سامان کرتے رہیں۔ حتی کہ مسلمان کی بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے کہ ایک چیز مسلمان کے لیے حلال ہو اور دوسروں کے لیے حرام۔ بلکہ جس

---

[1] بخاری، کتاب الایمان: باب فضل من استبرا لدینه، ح۵۲۔ مسلم، کتاب المساقاۃ: باب اخذ الحلال وترك الشبهات، ح۱۵۹۹ ترمذی، کتاب البیوع: باب ماجاء فی ترك الشبهات، ح ۱۲۰۵ واللفظ له.

طرح اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا رب ہے اسی طرح اس کی شریعت بھی سب کی رہنما ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی شریعت میں جس چیز کو حلال قرار دیا ہے وہ تمام انسانوں کے لیے حلال ہے اور جس کو حرام قرار دیا ہے وہ قیامت تک سب کے لیے حرام ہے۔

مثال کے طور پر چوری کرنا حرام ہے' خواہ مسلمان چوری کرے یا غیر مسلم' اور خواہ چرائی ہوئی چیز مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی۔ اسی طرح چور کے لیے سزا لازمی ہے' خواہ اس کا نسب وحسب کچھ ہو اور اس کی وابستگی کسی سے بھی ہو۔ یہ وہ اصول ہے جس پر خود نبی ﷺ نے عمل درآمد فرمایا اور اس کا اعلان ان الفاظ میں کیا:

((وَأَيْمُ اللّٰهِ لَوْسَرَقَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ لَقَطَعْتُ يَدَهَا .)) [1]

''اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد بھی چوری کرتیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔''

اسی طرح عہدِ رسالت میں چوری کا ایک واقعہ پیش آیا تھا' جس میں ایک یہودی اور ایک مسلمان پر شبہ ہوا۔ مسلمان کے رشتہ دار بعض قرائن کی بنا پر یہودی پر الزام رکھنے لگے' حالانکہ درحقیقت مسلمان نے چوری کی تھی۔ اس موقع پر وحی الٰہی نے بے لاگ انصاف سے کام لیتے ہوئے یہودی کو بری قرار دیا۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾

(النساء: ٤/ ١٠٥ ـ ١٠٦)

''یہ کتاب ہم نے حق کے ساتھ تمہاری طرف اُتاری ہے' تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے' تم خیانت کرنے والوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو اور اللہ سے استغفار کرو' یقیناً اللہ غفور و رحیم ہے۔ اور ان لوگوں کی وکالت نہ کرو جو اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں۔

---

[1] بخاري' كتاب الحدود: كراهية الشفاعة في الحد' ح ٦٧٨٨ ـ مسلم' كتاب الحدود: باب قطع السارق الشريف وغيره ح' ١٦٨٨ ـ

اللہ کو ایسے لوگ پسند نہیں جو خیانت کار اور معصیت کوش ہوں۔" [1]

یہودی جنہوں نے اپنی کتابوں میں تحریف کی اس خیانت میں مبتلا تھے کہ سود ایک یہودی پر صرف اس صورت میں حرام ہے جبکہ وہ اپنے یہودی بھائی کو قرض دے۔ کسی غیر یہودی کو سود پر قرض دینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ "سفر تثنیهة الا شتراع" میں ہے:

"کسی اجنبی کو سود پر قرض دے لیکن اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دے۔" (۲۰:۲۳)

قرآن نے بھی ان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ دوسری ملت والوں کے ساتھ خیانت کرنے میں کوئی حرج یا گناہ محسوس نہیں کرتے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران: ۳/ ۷۵)

"اور اُن میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی ان کو امانت میں دو تو وہ اس کو ادا نہیں کریں گے مگر جب تک کہ تم ان کے سر پر سوار نہ ہو جاؤ۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اُمیوں (غیر یہودیوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔ اور یہ بات وہ جانتے بوجھتے اللہ کی طرف جھوٹ منسوب کرتے۔"

بے شک انہوں نے اللہ پر یہ جھوٹ ہی باندھا تھا' کیونکہ حقیقتاً اللہ کی شریعت قوموں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتی۔ اللہ نے خیانت کو تو تمام انبیاء کی زبانی حرام قرار دیا ہے۔

⓫ ضرورتیں محظورات کو مباح کر دیتی ہیں:

اسلام نے حرام کے معاملہ میں سخت احکام دیئے ہیں' لیکن اس نے انسانی زندگی کی ضرورتوں کی طرف سے بے اعتنائی نہیں برتی ہے اور انسانی کمزوری کا بھی پورا لحاظ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس بات کو جائز کر دیا ہے کہ ایک مسلمان شدید ضرورت کے پیش آجانے پر اپنی جان بچانے کے لیے بقدر ضرورت حرام چیز کھالے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے مردار' خون اور سُور کے گوشت کی حُرمت کا حکم دینے کے بعد فرمایا ہے:

[1] ترمذی' كتاب تفسير القرآن: باب و من سورة النساء' ح ٣٠٣٦ .

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

(البقرة : ٢/ ١٧٣)

''تو جو شخص مجبور ہو جائے اور اس کا خواہش مند اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔''

یہ حکم دیگر چار سورتوں میں بھی آیا ہے جس کا مفہوم ایک ہی ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری آیتوں کے پیش نظر فقہائے اسلام نے یہ اہم اصول اخذ کیا ہے کہ ''ضرورتیں محظورات کو جائز کر دیتی ہے''۔

لیکن خیال رہے کہ ان آیات نے مضطر کے لیے "غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ" کی قید لگائی ہے، جس کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ حالت مجبوری میں حرام سے فائدہ اٹھانے والا حرام شئے کی لذت کا طالب نہ ہو اور نہ ہی فائدہ اٹھانے کے معاملہ میں حدِ ضرورت سے تجاوز کرنے والا ہو۔ اس شرط سے فقہاء نے ایک اور اصول اخذ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ''ضرورت اپنا دائرہ خود متعین کرتی ہے۔''

انسان کو اگر چہ مجبوری کے آگے جھکنا پڑتا ہے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے کو بری طرح مجبوری کے حوالہ کر دے اور اپنے نفس کی زِمام اس کے ہاتھ میں دے بیٹھے۔ بلکہ اسے لازماً اصل حلال سے وابستہ رہنا چاہیے اور اسی کی تلاش میں لگے رہنا چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیز دفع ضرورت کے لیے وقتی طور پر حلال ہوگئی تھی اسے سہل خیال کیا جانے لگے اور اس سے لذت حاصل کی جانے لگے۔ اسلام نے ضرورت کے موقعوں پر محظورات کو مباح کر کے اپنی عام اسپرٹ (روح) اور قواعد کلیہ کے مطابق بڑی آسانی پیدا کر دی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تصدیق ہو جاتی ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرة : ٢/ ١٨٥)

''اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔''